اسوۂ نبویہ اور عصری شہریت

مولانا محمد اشرف ایم۔ اے
صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج پشاور

ریڈیائی عنوانات عصری رُخ کے ہوتے ہیں۔ یہ نشریہ "انسانِ کامل ایک شہری کی حیثیت سے" کے عنوان پر تھا۔ کوشش کی گئی ہے کہ انسانی خود ساختہ شہریت کے معیاروں سے ذات ستودہ صفات علیہ الف الف تحیۃ وسلام کو بچاکر صحیح اسلامی نظریہ پیش کیا جائے۔ (م۔ ا)

ہمارے آقا سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور انسانی فضل و کمال کا انتہائی نکتۂ معراج تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک تمام انسانوں کے لئے قیامت تک راہ نمائی اور ہدایت کا سبب ہے۔ انسانیت کے تمام طبقات کے لئے آپ کی کامل زندگی اور مکمل تعلیمات ہر زمانہ میں مشعلِ ہدایت اور ذریعۂ نجات ہیں۔ شاہ و گدا حاکم و محکوم، امیر و غریب، تاجر و زارع، صنعت کار و مزدور، عورت و مرد، جوان اور بوڑھا ہر ایک اس آفتابِ نور سے فیض و روشنی حاصل کر سکتا ہے۔ نبی کی آمد اس دنیا میں ہدایت کے عام کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی ذات سراپا رشد و ہدایت ہوتی ہے۔ اور نبی اس زندگی کے کسی عمل میں بھی مشغول ہو انسانیت کی رہنمائی کے لئے اس کی ذات سے ہر آن ہدایت کے انوارات نکل کر دوسروں کو روشن کرتے رہتے ہیں۔ اس کا دل بینا حقائق آشنا ہوتا ہے۔ اور بے محابا اس کے قول و عمل سے حق و باطل میں تفریق ہوتی جاتی ہے۔ اس پر زندگی کے جملہ شعبوں کے حقائق خوبیاں اور برائیاں کھولی جاتی ہیں وہ اپنی نبوی آنکھ سے خیر و شر کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ایک کامل نمونہ کی زندگی پاتا اور اپناتا ہے۔ اور دوسروں کو اس کی دعوت دیتا ہے۔ وہ اپنی الٰہی بصیرت و روشنی کی بنا پر انسانیت کے جملہ طبقات کو ان ہدایات سے روشناس کرتا ہے جس میں ان کی دائمی دنیاوی و اُخروی کامیابی و فلاح پوشیدہ ہوتی ہے۔ وہ انسانوں میں پیدا ہوتا ہے۔ انسانوں میں زندگی گذارتا ہے۔ انسانی

اعمال اس سے طبعاً سرزد ہوتے ہیں۔ لیکن اُس کے ہر قول و عمل کی خدائی حفاظت اور اس کے ہر قدم و نظر کی ربّانی رہنمائی کی جاتی ہے۔ اس کی ذات بشریت کا کمال اور بنی آدم کا فخر ہوتی ہے۔ وہ اس دنیا میں رہتا ہے۔ لیکن اس کی زندگی کی ہر حرکت و سکون آسمانی احکام کی پابندی ہوتی ہے۔ اور بشریت کے باوجود وہ پاکیزگی اور معصومیّت کا فرشتہ نظر آتا ہے۔ ہمارے آقا سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصانِ خدا اور پیغمبرانِ ذی جاہ کے سلسلہ کی آخری کڑی اور ان سب کے سردار تھے۔ اور ہدایتِ ربّانی کے لئے آئے تھے۔ اس لئے آپ جملہ انبیاء کے محاسن و فضائل و کمالات کو اپنی ذاتِ عالی میں سموئے ہوئے تھے۔ اس لئے آپ سب انبیاء میں شرف و فضیلت، تکمیل و جامعیت کے لحاظ سے نمایاں و ممتاز اور گلشنِ نبوت کے گلِ سرسبد تھے۔ آپ کی شان سب سے نرالی، کام سب سے اونچا، کردار سب سے پیارا، نمونہ سب سے اعلیٰ، کمال سب سے انوکھا اور دائرہ سب سے وسیع و مکمل تھا۔
آپ کا ہر قول و فعل نظریہ و عمل اپنی جامعیت و کاملیت میں اپنی نظیر آپ اور دلکشی اور محبوبیت میں لاثانی اور بے مثال تھا۔ ؎

تو ہے مجموعۂ خوبی و سراپائے جمال کون سی تیری ادا دل کی طلبگار نہیں

جہاں نبوت کے نور سے خالی حکماء و فضلاء کے علم و عقل کی آخری سرحد ہے۔ اس سے آگے ایمانی حکمت و دانائی کی ابتداء ہوتی ہے۔ نبی حکمت و دانائی وسعتِ نظر اور فکر و معرفت کی جس بلندی پر ہوتا ہے۔ غیر نبی کا انتہائی پرواز بھی اس کی گردکو نہیں پا سکتا ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کی زندگی کو عام انسانی معیار سے جانچنا اور پرکھنا نادانی ہے۔

نبی کے علم و نظر اور عمل کی پاکیزگی کا تقاضا یہ ہے۔ کہ انسان اپنے جملہ تصورات و معروضہ علوم و پیمانوں سے قطع نظر بے چون و چرا اس کا اتباع کرنے لگے۔ یہ بات اس لئے عرض کی گئی ہے۔ کہ نبی کی زندگی انسانوں کے بنائے ہوئے خاکوں کی پابند نہیں ہو سکتی۔ وہ متبوع ہوتا ہے۔ مخلوق کا تابع نہیں ہوتا۔ اس سے زندگی کا نمونہ لیا جاتا ہے۔ اسے دوسرے انسان زندگی نہیں سکھا سکتے۔ اس بنا پر کسی نبی کی زندگی کے کسی پہلو کا جائزہ بھی ہم انسانی تراشیدہ اصولوں اور معیار سے نہیں کر سکتے — خاص کر سید النبیین — حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو ہم انسانی فکر نارسا کی کسوٹی پر نہیں پرکھ سکتے۔ اس لئے جب ہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کا مطالعہ ایک شہری یا تاجر کی حیثیت سے کریں گے۔ اس وقت یہ حقیقت ہمیں اپنے ذہن میں رکھنی ہوگی۔ کہ اوّلین و آخرین کے سردار سید وُلدِ آدم خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے کسی جدید و قدیم

مفکر و حکیم و نظریات شہریت یا اصول تجارت پر نہیں پرکھیں گے۔ بلکہ انسانیت کے اس سب سے بڑے معلم سے سیکھنے کی کوشش کریں گے۔ کہ آپ جس عالمگیر و ہمہ گیر دعوت و دین کے داعی تھے۔ اور آپ نے جس انسانی برادری کی طرح ڈالی تھی اور تمام نسل انسانی کی جس آفاقی و مکمل مملکت کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کا تصور بھی دنیا کے دیگر حکماء و فضلاء نہیں کر سکتے۔ اسلام کی آفاقی و عالمگیر شہریت، یونان کی شہری مملکتوں یا عصر حاضر کی نسلی دلونی حکومتوں یا محدود معاشی و سیاسی نظریوں پر مبنی دولتوں میں نہیں سما سکتی۔ افلاطون و ارسطو لارڈ براس ویل وغیرہ کے نظریات شہریت ام القریٰ کے اسی معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔

آپ نے دارالاسلام کی جس عالمگیر مملکت کی بنیاد ڈالی، اس کا کمال یہ تھا کہ یورپ کے نام نہاد تمدن و استیلاء سے پیشتر مسلمانوں کے دور انحطاط میں بھی ابن بطوطہ سا جہاں گرد سیاح یا سعدی جیسا بے نوا درویش پاسپورٹ و کرنسی کی موجودہ پابندیوں سے دوچار ہوئے بغیر دنیا میں مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے اسلامی ممالک میں یہ کہتے ہوئے پھر جاتا تھا کہ —— ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست۔ —— اور جہاں جاتا مسلمانوں کے ہمہ گیر جذبہ و اخوت کی بنا پر اپنے کو اپنے وطن بلکہ اپنے گھر میں پاتا تھا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو بتایا کہ تمام زمین اللہ تعالیٰ کی مملکت ہے۔ جس پر الٰہی بالادستی و سروری قائم ہے۔ اور تمام انسان رنگ و نسل، ملک و وطن کے اختلاف کے باوجود اس کے بندہ ہیں۔ پس جو شخص اس الٰہی مملکت میں بستا ہے۔ اور خدا کی خدائی کو مانتا ہے۔ اور اس کے احکام کی پابندی اختیار کرتا ہے، وہ ہر اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کا بھائی ہے، جس کے خاص حقوق و فرائض ہیں۔ جن کی پابندی و ادائیگی ان میں سے ہر ایک شخص پر لازم ہے۔ الٰہی مملکت کے ان ماننے والوں کا طبقہ مومن و مسلم یعنی ماننے والا و فرمانبردار کہلاتا ہے۔ اور یہی اصل میں خدائی مملکت کے اصل شہری ہیں۔ ان کے علاوہ جو خداوند تعالیٰ کی حاکمیت و احکام کو نہ ماننے والا ہے۔ وہ کافر کہلاتا ہے۔ اس کی مثال آج کل کی اصطلاح میں غیر ملکی " ALIEN " کی ہے۔ اگر وہ اس میں رہتا ہے۔ تو اس کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت بھی ماننے والوں کی طرح ہے۔ اور اگر باغی اور سرکش ہیں تو حقوق شہریت کو زائل کر دیتا ہے۔ بہرحال انسانیت کے جملہ طبقات کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیال اللہ قرار دے کر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اس کے عیال کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔ علمائے شہریت اور سیاست کہتے ہیں۔ کہ ہر شہری کے کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ اور ان حقوق کی بنا پر اس پر فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اچھا شہری وہ ہے، جو فرائض کی ادائیگی میں حقوق طلبی کی نسبت زیادہ سرگرم ہو۔ آج دنیا میں مزدور اور سرمایہ دار کا جھگڑا حاکم و محکوم میں

رقابت، بیچنے اور خریدنے والوں میں منافست اور ہر طبقہ میں فساد کا سبب یہ ہے کہ حقوق کا تو ہر ایک طالب ہے۔ لیکن اپنے فرائض کی ادائیگی سے غفلت برتتا ہے۔ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ایک طرف حقوقِ انسانی کا بے مثل منشور دنیا کو پیش فرمایا اور آقا اور خادم، حاکم و محکوم عزیز و اقارب اپنے اور بیگانے مسلم اور غیر مسلم مملکت امیر کے حقوق یہاں تک کہ انسان سے آگے حیوان تک کے حقوق بیان فرمائے اور جس طبقہ کا مفاد جس گروہ سے وابستہ تھا، اس کے مفاد کو دوسرے گروہ پر لازم فرماکر اُس کا دین بنا دیا۔ اور اعلان فرما دیا۔ لا یومن احدکم حتی یحب للناس ما یحب لنفسہ۔ تم میں سے اُس وقت تک کوئی ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک دوسرے انسان کیلئے وہی بھلائی نہ چاہو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ وہاں اپنے فرائض کی ادائیگی اور اپنے حقوق کو نہ طلب کرنے کا ایسا جذبہ انسانوں میں پیدا فرمایا اور ان کا نمونہ پیش کیا۔ کہ شہریت کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنا ذاتی بدلہ کسی سے نہیں لیا۔ زہر کھلانے والی یہودیہ کو جانتے ہوئے معاف فرما دیا اور اپنے قتل کی سازش کرنے والوں، وطن سے بے وطن اور ہر قسم کی ایذائیں دینے والوں، جن کی تلواروں سے اب تک خون ٹپک رہا تھا۔ سب سے بڑی کامیابی کے دن فتح مکہ کے روز یہ کہہ کر معاف کر دیا۔ کہ آج کے دن تم پر کوئی سختی نہیں۔ تم سب آزاد ہو۔ جب پورا عرب زیرِ نگین تھا، اُس وقت بھی آسمانی بادشاہت کا شہزادہ دوسروں کو کھلا کر خوب بھوکا رہتا تھا۔ جس وقت اس پر ایک پرجلال شہنشاہ کا دھوکہ ہوتا تھا۔ اس ذاتِ مبارک کا کل سرمایہ ایک کھری چارپائی، ایک مٹھی ستو اور چمڑے کا ایک مشکیزہ تھا۔ وہ دینے آیا تھا، مخلوق سے لینے نہیں آیا تھا۔ وہ کسی سے اپنے حقوق کا طالب نہیں تھا۔ بلکہ اوروں کے حقوق کی ادائیگی میں سرگرم تھا۔ لارڈ براس نے اچھے شہری کی صفات ضبطِ نفس، بے نفسی اور ذہانت بتائی ہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری عمر میں جس ضبطِ نفس، بے نفسی اور اخلاص کے ساتھ گزاری، اس کا تذکرہ سورج کو چراغ بتانا ہے۔ آپ کی تعلیمات کا اثر تھا کہ دین کے فروغ اور پھر اسلامی مملکت اور خلافتِ الٰہیہ کی بقا کے لئے صحابہ کرام نے بغیر کسی دنیاوی لالچ اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ ہر شہری پر دینی خدمت اور ملکی حفاظت کے لئے جہاد لازم ٹھہرا اور آزادیٔ گفتار اور ضمیر کی وہ آزادی عطا ہوئی کہ ایک بوڑھیا اور ایک دیہاتی بدوی امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک کو بھرے مجمع میں ٹوک دیتا ہے۔ اور وہ جب تک اپنی صفائی نہیں کر لیتے دوسری بات نہیں کر پاتے۔

معاشرتی مساوات کا یہ حال ہے کہ آقا و غلام امیر و محکوم شاہ و گدا میں تمیز کرنا مشکل ہے۔

باقی ص ۱۴ پر